رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر (۱۸۰)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفت وار

مملکت

اڈیٹر

میر حسن الدین بی۔ اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ....
ششماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲ر)

قیمت پرانا پرچہ (۴ر)

جلد (۵) | ۲۶ بہمن ۱۳۵۵ف | ۲۳ محرم ۱۳۶۵ھ | ۲۹ دسمبر ۱۹۴۵ء | نمبر (۳۷)

جنگ کا اثر معیارِ زندگی پر

باشندگانِ ہند کی حالت

زمانۂ جنگ میں تاجروں نے خوب نفع کمایا۔ مزدوروں کو اچھی اجرتیں اور کاشتکاروں کو اچھی قیمتیں ملیں۔ متوسط طبقہ کے بیروزگاروں کو روزگار مل گیا۔ مگر کیا یہ خوشحالی دیرپا تھی؟ بعض لوگ اس خیال کی اشاعت کر رہے ہیں کہ جنگ کے نتیجہ کے طور پر ہندوستانی عوام کی قوت خرید میں اضافہ ہوا۔ مثلاً برطانوی ہند کے کمشنر پارچہ نے ایک بیان میں کہا کہ کپڑے کی قلت اس وجہ سے بھی محسوس ہو رہی ہے کہ عوام کی قوت خرید بہت بڑھ گئی ہے۔ اور ہمیں کپڑے کی بہت تنگی ہے۔ ان بیانات سے یہ غلط نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ جنگ ہندوستانی عوام کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی لیکن واقعہ اس کے برعکس ہے۔

یہ صحیح ہے کہ جو لوگ زراعت میں شریک ہیں ان کو اچھی قیمت اور اچھا کرایہ ملا کرتا پہلے ان میں ان چیزوں کو خریدنے کی قوت نہ تھی۔ جو لوگ جنگی کارخانوں میں ملازم ہو گئے انہیں اچھی اجرتیں ملیں۔ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بحیثیت مجموعی پچاس ساٹھ لاکھ سے زیادہ نہ ہوگی۔ صنعتی کارخانوں کے مزدوروں کو جنگ کے ابتدائی دور میں جو اجرتیں ملیں وہ کافی سے زیادہ نہیں تھیں۔ ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۴ء میں اشیائے احتیاج کی قیمتیں اتنی بڑھ گئی تھیں کہ اجرتیں ناکافی ثابت ہوئیں۔ افراطِ زر کا اثر بہت مہلک ثابت ہوا۔ مزدوروں کو جنگ کے ابتدائی دور میں جو سہولتیں حاصل ہو گئی تھیں وہ بعد میں باقی نہیں رہیں۔ اسی طرح کاشتکاروں کو جو معاوضہ ملا وہ اشیاء کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے کچھ مطابقت رکھتا تھا۔ مگر اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کاشتکاروں نے اپنے قرضے بے باق کر دیئے۔

عوام کے معیارِ زندگی میں اضافہ کے لئے حسبِ ذیل عناصر میں سے کسی ایک عنصر کی موجودگی ضروری ہے۔

(۱) اشیائے صرف کی مقدار میں اضافہ ہو (خواہ یہ اشیاء درآمد شدہ ہوں یا ہندوستان ہی میں پیدا کی گئی ہوں) یعنے آبادی کے تناسب میں اشیائے صرف کی مقدار زیادہ ہو۔

(۲) یا آبادی میں کمی ہو مگر اشیائے صرف کی مقدار میں کمی نہ ہو۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ دورانِ جنگ میں ہندوستان میں اشیائے صرف کی مقدار میں اضافہ ہوا۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں صنعتی پیداوار کی مقدار بہت بڑھ گئی مگر یہ اشیاء فوجی اغراض کے لئے بنائی گئی تھیں۔ ہندوستان کو دورانِ جنگ میں وہ چیزیں بھی میسر نہ آسکیں جو خود ہندوستان میں تیار ہوتی تھیں۔ اسی زمانہ میں درآمدات کی مقدار بھی بہت گھٹ گئی۔ یہیں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان کو ماقبل جنگ زمانہ کے مقابلہ میں دورانِ جنگ میں اشیائے صرف کی بڑی مقدار حاصل ہوئی۔ دورانِ جنگ میں (بجز قحطِ بنگال) ہندوستان کی آبادی میں کمی نہیں ہوئی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان کے باشندوں نے دورانِ جنگ میں فی کس اشیائے صرف کا استعمال ماقبل جنگ زمانہ کے مقابلہ میں زیادہ کیا۔

ایک دوسرے نقطۂ نظر سے یہ دیکھنا ہے کہ غذا، لباس اور رہائش کے تعلق سے باشندگانِ ہند کا معیارِ زندگی کیا رہا ہے۔ بنگال میں قحط سے جو اموات واقع ہوئے اور غذا کی جو قلت رہی ہے اس کے پیش نظر یہ کہنا مشکل ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کو دورانِ جنگ میں کافی غذا ملی۔ اور کپڑے کی قلت کو تو گورنمنٹ ہند نے بھی تسلیم کیا ہے اور رہائشی مکانوں کی قلت بھی ایک ناقابلِ تردید واقعہ ہے۔ اس طرح ہندوستان کے عوام کو غذا، لباس اور رہائشی مکانات کی قلت سے دوچار ہونا پڑا۔

البتہ یہ صحیح ہے کہ اجناس خوردنی کی قیمتوں میں اضافہ کی وجہ سے کاشتکار اس قابل ہو سکے کہ اپنا قرضہ بے باق کر دیں۔ اور اس حد تک کاشتکاروں کی قوتِ خرید میں ضرور اضافہ ہوا ہے۔ مگر بحیثیت مجموعی ہندوستانی عوام کا معیارِ زندگی بلند نہیں ہوا۔ عوام کی حالت کسی طرح بہتر نہیں ہوئی۔ بجائے یہ کہنے کے کہ عوام کا معیارِ زندگی بلند ہو گیا ہے ضرورت اس کی ہے کہ عوام کی حقیقی حالت کو پیش نظر رکھا جائے اور ان کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔

مملکت ہفتہ وار

۲۶ بہمن ۱۳۵۵ ف

ایران میں بغاوت

اس وقت جب کہ ماسکو میں اکابر ثلاثہ کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہو رہی ہے ایران کے حالات نے نازک صورت اختیار کر لی ہے۔ آذربائیجان نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا ہے اور ایران کی فوجوں نے جو تبریز میں متعین تھیں باغیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ ان فوجوں کے لئے کوئی اور چارہ کار نہ تھا۔ باغیوں کی فوجیں تبریز کی جنوب مغربی سمت میں بڑھ رہی ہیں۔ ابھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آیا یہ فوجیں طہران کی طرف بڑھ کر ایران کے پایۂ تخت پر قبضہ کرنا چاہتی ہیں۔ حکومت ایران اس بغاوت کو فرو کرنے میں ناکام رہی۔ اس کے لئے ایک ہی صورت رہ گئی ہے کہ یا تو اکابر ثلاثہ کو فوجیں ہٹا لینے پر مجبور کرے یا ماسکو کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ سوویٹ روس نے اپنی فوجیں ہٹانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اس انکار کی وجہ کیا تھی؟

سوویٹ روس کی ریشہ دوانیوں سے متاثر ہو کر آذربائیجان کی "عوامی جماعت" نے یہ اعلان کیا تھا کہ آذربائیجان کو ایرانی مملکت کے اندر ایک خودمختار وحدت کی حیثیت دی جائے۔ ماسکو اس مطالبہ کی تائید کرتا رہا۔ ایرانی پارلیمنٹ کے ایک رکن نے روس پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ سہ رُخی معاہدہ کے فقرہ (۵) اور طہران کے اس اعلان کے خلاف عمل کر رہا ہے جس پر اکابر ثلاثہ نے اپنے دستخط ثبت کئے تھے۔ سوویٹ روس نے ایرانی فوج کی نقل و حرکت میں مزاحمت پیدا کی جس کی وجہ سے آذربائیجان کے باغیوں کو پوری طرح آزادیٔ عمل حاصل ہو گئی۔ اس ضمن میں امریکہ نے برطانیہ کی تائید سے روس کو ایک یادداشت روانہ کی تھی جس میں یہ خواہش کی گئی تھی کہ یکم جنوری ۱۹۴۶ء تک اتحادی فوجیں ایران سے ہٹا لی جائیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ ماہ ستمبر میں جب کہ اکابر خمسہ کے وزرائے خارجہ کا اجتماع عمل میں آیا تھا یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ ایران سے اتحادی فوجیں فوراً ہٹا لی جائیں مگر سوویٹ روس کے وزیر خارجہ نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا۔ اس بات کے قرائن بھی پائے گئے کہ [illegible] ایران سے اتحادی فوجوں کے تخلیہ کی جو تاریخ ۲ مارچ ۱۹۴۶ء مقرر کی گئی تھی اس تاریخ پر بھی روس فوجیں ہٹانے پر راضی ہوگا۔

جس وقت اتحادی فوجیں ۱۹۴۲ء میں ایران میں داخل ہوئی تھیں تو ۱۹۴۲ء کے معاہدہ میں یہ شرط کی گئی تھی کہ جرمنی اور جاپان کے خلاف جنگ کے اختتام سے چھ ماہ کے بعد فوجوں کا تخلیہ کر دیا جائے۔ جنگ جاپان کے اختتام کے بعد چھ ماہ کی مدت ۲ مارچ ۱۹۴۶ء کو ختم ہوتی ہے۔

برطانوی وزیر خارجہ نے سوویٹ روس سے اپنے ایک مکتوب میں یہ خواہش کی تھی کہ اوائل دسمبر ۱۹۴۵ء میں فوجوں کا تخلیہ کر دینا چاہئے۔ مگر سوویٹ کے وزیر خارجہ نے یہ جواب دیا کہ فوجوں کا تخلیہ اسی تاریخ پر عمل میں آئے جو معاہدہ میں درج ہے۔ اسی لئے اس مسئلہ کو وزرائے خارجہ کی کونسل میں پیش کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آئی۔ برطانوی سفیر متعینہ ماسکو نے روسی وزیر خارجہ کو ایک مکتوب میں لکھا کہ:-

> سوویٹ روس کے عہدہ داروں نے ایرانی فوج کی نقل و حرکت میں مزاحمت پیدا کی۔ حکومت برطانیہ اس بات کو جائز سمجھتی ہے کہ حکومت ایران اپنے علاقہ میں امن قائم کرنے کی کوشش کرے اور اس مقصد کے لئے اپنی فوجوں کو اپنے علاقہ میں حرکت دے کیونکہ ایران میں اتحادی فوجوں کی حیثیت قبضہ گیر فوج کی نہیں ہے۔ اس معاہدہ کی رو سے جو سوویٹ یونین، برطانیہ اور ایران کے مابین جنوری ۱۹۴۲ء میں ہوا تھا سوویٹ یونین اور برطانیہ پر لازم آتا ہے کہ ایران کی ارضی وحدت، اس کی خودمختاری اور سیاسی آزادی کا احترام کریں۔ نیز ایران کے نظم و نسق میں کوئی دخل نہیں دیا جائے گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سوویٹ یونین نے ان فرائض کی کیوں خلاف ورزی کی اور آذربائیجان کی بغاوت کو فرو کرنے سے ایرانی فوجوں کو کیوں باز رکھا؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ شمالی ایران میں تیل کے چشمے ہیں جن سے روس استفادہ کرنا چاہتا ہے۔ ایران میں تیل کے چشموں کا وجود برطانیہ، امریکہ اور روس میں کشمکش کا باعث بن رہا ہے۔ اسی لئے ایران دول عظمیٰ کی کشمکش کا دنگل بنا ہوا ہے۔

سوویٹ روس ایران میں ایسی حکومت چاہتا ہے جو روس کی دوست ہو۔ تیل کی حد تک روس کے وسائل محدود ہیں۔ جنگ کے بعد روس کو رومانیہ کے تیل سے استفادہ کا موقع حاصل ہوا۔ برطانیہ اور امریکہ کی طرح روس کو یہ موقع حاصل نہیں ہے کہ دنیا کے دوسرے حصوں میں تیل کے چشمے دریافت کرے۔ اور تیل کے لئے معاہدے کرے اس لئے وہ شمالی ایران کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔ روس کے دباؤ کے باوجود حکومت ایران اپنے تیل کے وسائل روس کے سپرد کرنے سے انکار کرتی رہی۔ حکومت ایران نے یہ اعلان کیا کہ وہ اپنے تیل کے وسائل کسی بدیسی حکومت کے سپرد کرنے تیار نہیں۔ سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ حکومت ایران کا یہ اعلان برطانیہ اور امریکہ کے دباؤ کا نتیجہ تھا۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوویٹ روس نے سیاسی چال بازیاں شروع کر دیں۔ چنانچہ آذربائیجان میں روس کے اشارہ سے حق خود ارادیت کی تحریک شروع ہوئی جو بالآخر بغاوت کی صورت میں نمودار ہوئی۔ سوویٹ روس نے اس بغاوت کے دبانے میں ایرانی فوجوں کی مزاحمت کی۔ ایران کا مسئلہ اب ایک بین الاقوامی مسئلہ بن گیا ہے۔

سوویٹ روس کے طرز عمل کی ایک اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ روس نے بین الاقوامیت کا مسلک ترک کر کے روسی قومیت اور استعماریت کا مسلک اختیار کر لیا ہے

ہمیں کہ دنیا میں اپنا اقتدار پھیلانے کے لئے ایران سے ایک اچھا راستہ مل سکتا ہے۔ وہ ایک طرف خلیج فارس سے اور دوسری طرف دردانیال سے سمندری راستے تلاش کر رہا ہے۔ روس کو تجارت اور سیاست میں برتری حاصل کرنے کے لئے اپنی بحری طاقت میں اضافہ کرنا ہوگا روس کے قبضہ میں بحری اسٹیشنوں کا نہ ہونا اس کی کمزوری کا باعث ہے۔ اسی لئے وہ ایران میں ایک ایسی حکومت چاہتا ہے جو سوویٹ یونین کی دوست ہو مگر جنوبی ایران میں برطانوی مفادات کا تقاضا یہ ہے کہ سوویٹ کے اثر کو پھیلنے سے روکا جائے۔ چنانچہ سوویٹ روس نے اپنے مفادات کو آگے بڑھانے کے لئے براہ راست مداخلت نہیں کی بلکہ آذر بائیجان میں خود مختاری کی ایک تحریک کھڑا دی اور بغاوت کے شعلے بھڑکا دیئے حکومت ایران اپنے ایک اعلامیہ میں بیان کر چکی ہے کہ: -

وزیر خارجہ روس نے جو یادداشت امریکہ کو روانہ کی ہے وہ سراسر واقعات کے خلاف ہے۔ آذر بائیجان کے چند موقع پرستوں نے روسی فوج کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر اور جمہوریت کا نام لے کر شاہ ایران اور ایران کی جمہوری حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس جمہوری پارٹی نے اعلان کیا تھا کہ وہ مملکت ایران کے اندر جمہوری حقوق اور خود مختاری حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ اعلان روس کے اشارہ پر کیا گیا تھا سوویٹ روس کا یہ بیان ہے کہ سوویٹ کمانڈر نے اس ایرانی فوج کی نقل و حرکت میں مزاحمت نہیں کی جو تبریز میں متعین تھی حقیقت کے خلاف ہے۔ حکومت ایران کے قبضہ میں ایسی دستاویزات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ تبریز کے ایرانی کمانڈر نے سوویٹ کمانڈر کو یاد دلایا تھا کہ ایرانی فوج کو تبریز سے باہر دوسرے شہروں میں جانے کی اجازت دی جائے مگر اس کا جواب نفی میں ملا۔

سوویٹ روس کے اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت ایران بغاوت کو فرو نہ کر سکی۔ یہ ہے وہ پس منظر جس میں ایران کے حالات پر غور کرنا چاہیئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اکابر ثلاثہ کے وزرائے خارجہ ایران کی اس گتھی کو کس طرح سلجھاتے ہیں بعض کمیونسٹ اخبارات نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ اگر ایران برطانیہ یا امریکہ کے زیر اثر رہنے کے بجائے سوویٹ روس کے زیر اثر رہے تو اس کے لئے بہتر ہوگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ ایران کسی دول کے زیر اثر کیوں رہے۔ کیوں نہ وہ بھی دوسرے ممالک کی طرح کامل آزادی سے متمتع ہو اگر ایران کو نیز دوسرے چھوٹے ممالک کو اس جنگ کے بعد بھی آزادی حاصل نہ ہو تو اندیشہ ہے کہ یہ خوش آئند خواب کہ نئی دنیا حق و انصاف کی بنیادوں پر تعمیر ہوگی کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ ان ممالک کی محکومی ایک تیسری جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہو۔

مراسلات

فٹ پاتھ پر ناجائز قبضہ

اخبار "مملکت" کی اشاعت مورخہ ۵ بہمن سنہ ۱۳۵۵ف میں ایک مراسلہ تعرضات برفٹ پاتھ" کی سرخی سے شائع ہوا ہے اس کی تائید میں چند سطور تحریر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ فٹ پاتھ پر ناجائز قبضہ اب تک برابر جاری ہیں۔ حلقہ افضل گنج سے متصل جو معمولی ریزل موجود ہے اس کے قریب تازہ مثال قائم کی گئی ہے فٹ پاتھ جس مقصد کے لئے تعمیر کئے گئے ہیں ان کا استعمال اسی غرض کے لئے کیا جائے تو پھر یہ تعرضات کم ہوتے جائیں گے محکمہ بلدیہ کی توجہ بطور خاص ایک بد نظمی کی جانب مبذول کرائی جاتی ہے کہ بعض دوکانوں کے مالک یا کرایہ دار فٹ پاتھ پر شاہ آباد کے پتھر کا فرش یا سائبان ڈال کر فٹ پاتھ کو اپنی ذاتی ملک خیال کرتے ہیں۔ جو ایک نہایت ہی معیوب طریقہ ہے۔ اصولاً دوکاندار یا مالک مکان کو فٹ پاتھ پر نہ تو سائبان ڈالنے کا حق حاصل ہے اور نہ وہ اس کا مجاز گردانا گیا ہے۔

پس محکمہ بلدیہ سے درخواست کی جاتی ہے کہ اس بے ضابطگی کو قانوناً جرم قرار دیا جائے تو پھر کسی کی اتنی جرات نہ ہوگی کہ وہ فٹ پاتھ کو اپنی خانگی ملک تصور کرے۔

ایک اور مسئلہ جس کی جانب بلدیہ کو توجہ کرنا چاہیئے وہ یہ کہ دوکاندار یا مالک ملکی اپنے مصارف سے فٹ پاتھ پر سائبان وغیرہ کی تعمیر کر چکے ہیں ان سے اس قسم کی ضمانت حاصل کی جائے کہ اس حصہ کو وہ اپنے تصرف میں نہ رکھیں۔ بلکہ یہ بالکلیہ بلدیہ کی ملک ہوگی اور اگر چبوترہ ہو تو اس کو منہدم کیا جا کر فٹ پاتھ میں تبدیل کر دیا جائے فقط

انعام الرحمٰن

زرعی پیداوار کی منظم مارکٹنگ

حیدرآباد کی رہنمائی

زرعی پیداوار کی منظم مارکٹنگ ہندوستان میں ابھی اپنے دور طفولیت میں ہے۔ اگرچہ جنگ کی وجہ سے پیدا شدہ مخصوص حالات اس کے نشو و نما کے لئے بہت محرک ثابت ہوئے ہیں۔ حکومت سرکار عالی قابل ستائش ہے کہ اس نے اس میدان میں سب سے پہلے قدم رکھا اور زرعی پیداوار کی منظم نکاسی سے متعلق تدابیر کا تجربہ کرنے میں باقی ہندوستان کے لئے راستہ ہموار کر دیا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ اقدام کاشتکار کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا ہے اور غذا سے متعلق قوانین کے کامیاب نفاذ میں خاص طور پر دوسری عالمی جنگ کے دوسرے نصف حصہ میں اس سے بڑی مدد ملی ہے۔

زرعی پیداوار کی منظم نکاسی کو وسیع پیمانہ پر ترقی دینے کے لئے ایک اسکیم مرتب کی گئی ہے تاکہ کاشتکار کو اپنی پیداوار کی بہترین قیمت مل سکے۔ یہ اسکیم ان مختلف تدابیر کے علاوہ ہے جو ریاست میں کاشتکار کی حالت سدھارنے کے لئے اختیار کی گئی ہیں یا کی جا رہی ہیں تاکہ اس کو اپنی محنت کا معقول معاوضہ مل سکے۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں قانون زرعی مارکٹ کی تدوین کے ساتھ حیدرآباد کو بقیہ ہندوستان پر سبقت حاصل ہو گئی اور مارکٹنگ افسر کا عہدہ جو ہندوستان میں اپنی نوعیت کا پہلا عہدہ تھا قائم کیا گیا۔ بعد کے پانچ سالوں میں منظم مارکٹوں کی تنظیم کی گئی۔ حکومت ہند نے زراعت سے متعلق شاہی کمیشن کی سفارشوں پر عمل کرتے ہوئے زرعی مارکٹنگ کا ایک مشیر مقرر کیا اور دہلی اور صوبوں میں متعدد ادارے اس غرض سے قائم کئے گئے کہ زرعی پیداوار کی نکاسی کے متعلق تفصیلی معلومات جمع کی جائیں۔ حکومت ہند کی ایما سے حیدرآباد نے بھی اس تحقیقاتی کام میں شریک ہونے پر رضامندی کا اظہار کیا اور مارکٹنگ افسر کے تحت عملہ میں اضافہ کیا گیا۔ سنہ ۱۹۳۵ء سے سنہ ۱۹۳۹ء تک اس عملہ نے بہت ساری تفصیلی معلومات جمع کر لیں اور انہیں مارکٹنگ کی کل ہند رپورٹوں میں شریک کرنے کے لئے دہلی بھیج دیا گیا۔ یہ رپورٹیں ایک ایسے وسیع معلومات کا مخزن ثابت ہوئیں جس پر سابق میں بہت کم توجہ کی گئی تھی۔ ساتھ ہی حیدرآباد کے محکمہ مارکٹنگ نے زیادہ بڑی مارکٹوں کی تنظیم جاری رکھی اور منظم مارکٹوں کی تعداد تقریباً (۴۰) ہو گئی۔ اس طرح دوسری عالمی جنگ کے آغاز تک حیدرآباد کو بقیہ ہندوستان کے مقابلہ میں سبقت حاصل رہی۔

بہرحال جنگ کے ساتھ نئے مسائل پیدا ہو گئے اور توجہ کا مرکز پیدا کنندہ سے ہٹ کر منافع بازی کی طرف منتقل ہو گیا۔ اب سوال یہ نہیں رہا کہ کاشتکار کو اس کی پیداوار کی بیش ترین قیمت دلائی جائے بلکہ اب یہ سوال پیدا ہو گیا کہ اشیاء کی زائد مانگ، ذخیرہ اندوزی اور منافع بازی کے رجحانات کی وجہ سے بڑھتی ہوئی قیمتوں پر کس طرح نگرانی قائم کی جائے۔ ایک مقام سے دوسرے مقام پر غلہ کی منتقلی پر تحدید، ایک بنیادی کل ہند خاکہ کے تحت رسد کی تنظیم اور قیمتوں کی آئینی نگرانی جیسی تدابیر کا اختیار کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ نتیجتاً زرعی مارکٹنگ کے مسئلہ پر زرعی ماہرین کی بجائے محکمہ جات مالگزاری و تجارت کے عہدہ داروں کو توجہ کرنی پڑی۔

اب جبکہ جنگ ختم ہو گئی ہے زرعی مارکٹنگ کے مسئلہ کی پھر جدید اساس پر جانچ ہو رہی ہے۔ اگرچہ کہ عبوری دور میں انتظامی عہدہ داروں کی نگرانی کو جاری رکھنا ہوگا تاہم یہ ظاہر ہے کہ جوں جوں زمانہ امن کے معمولی حالات واپس ہوتے جائیں گے زراعت و تجارت کی تفصیلات سے واقفیت رکھنے والوں کو اس مسئلہ کے حل کرنے میں زیادہ موثر حصہ لینا پڑے گا۔

حیدرآباد کا محکمہ تنظیم مابعد جنگ بابت محکمہ مارکٹنگ کی سرگرمیوں کے دائرہ وسعت دینے کی ضرورت سے بے خبر نہیں رہا ہے۔ تنظیم مابعد جنگ کی متعلقہ مجلس نے ایک اسکیم منظور کی ہے جس کے تحت ابتدائی مصارف سالانہ ۳ لاکھ روپیہ ہوں گے۔ اور دس سال کے ختم پر ۱۰ لاکھ روپیہ تک پہنچ جائیں گے۔ تجویز ہے کہ ریاست کے (۱۵۰) تعلقوں میں سے ہر تعلقہ میں محکمہ مارکٹنگ کا ایک ماتحت افسر مقرر کیا جائے جس کا کام زرعی اشیاء کی پیداوار، منتقلی اور قیمتوں کا تفصیلی جائزہ لینا ہوگا۔ اس کے علاوہ زرعی پیداوار کی کٹائی، صفائی، درجہ بندی، ذخیرہ بندی اور حمل و نقل کے بہتر طریقوں کی نشر و اشاعت کا کام بھی اسی کے ذمہ ہوگا۔ جو معلومات حاصل ہوں انہیں وقتاً فوقتاً ضلع کو پہنچایا جائے گا اور وہاں سے حاصل کردہ ہدایات اور احکام سے تعلقہ کے کاشتکار کو باخبر رکھا جائے گا۔ یہ افسر ضلع میں ایک ایک مارکٹنگ افسر کے تحت ہوگا جو تعلقہ کے افسروں کے کام میں ربط و تنظیم پیدا کرے گا اور اس بات کی نگرانی کرے گا کہ تحت کے یہ ۱۰ افسر اپنے فرائض بہ حسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔ حیدرآباد کا صدر دفتر اعلیٰ معلومات جمع کرے گا جس طرح مارکٹنگ سرشتہ کے ذریعہ اب جمع کیا جا رہا ہے اس کے ذمہ صرف جدید اعداد و شمار جمع کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے کا کام ہی نہیں بلکہ تمام حالات کو دیکھتے ہوئے ان کی بروقت نشر و اشاعت بھی ہوگی۔

اس توسیع کی وجہ سے ان قوانین پر مکمل نظرثانی کرنا ضروری ہو گیا ہے جن کا اطلاق اب مارکٹنگ کے صرف چند بڑے مرکزوں پر زرعی پیداوار کی خرید و فروخت پر ہوتا ہے۔ نئے قوانین کا دائرہ اثر ممالک محروسہ کے ہر گاؤں پر حاوی ہوگا اور تمام ایسے تاجروں پر جو زرعی پیداوار کی خرید و فروخت کا کاروبار کرتے ہیں۔ بعض ایسی پابندیاں عاید کرنی ہوں گی جو اب صرف بڑی مارکٹوں کے تاجروں پر عاید کی جاتی ہیں۔ ان پابندیوں میں صحیح اوزان رکھنا، رسید فروخت اجرا کرنا اور غلہ کی ناجائز وصولی کو روکنا شامل ہے۔ ایک مسودہ قانون تیار کیا جا چکا ہے اور یہ تجویز ہے کہ اس کے منظور ہوتے ہی اسے تمام علاقوں میں نافذ کیا جائے۔

محکمہ امداد باہمی کی توسیع اور مختلف اغراض کے لئے امداد باہمی کی تعلقہ واری انجمنوں کا قیام شروع ہو چکا ہے۔ درمیانی آدمی کا توسط ترک کرنا مقصود نہیں بلکہ منشاء یہ ہے کہ اس کے لئے ریاست کے معاشی نظام میں باعزت مقام پیدا کیا جائے۔ ملک اس کی ناگزیر خدمات سے حسب سابق استفادہ کرے گا۔ لیکن وہ ایک ایسا شخص متصور ہوگا جو بالکلیہ خود اپنے فائدہ کے لئے کام کرتا اور پیدا کنندہ اور صارف دونوں کو لوٹتا ہے۔ محکمہ مارکٹنگ کے تحت کام کرنے والے تعلقہ واری افسروں اور محکمہ امداد باہمی کی زیر نگرانی تعلقہ واری انجمن ہائے خرید و فروخت کے درمیان قریبی ربط قائم کیا جائے گا۔ درحقیقت تعلقہ کے مارکٹنگ افسر کی حیثیت ان انجمنوں کے فنی مشیر اور انہیں کام میں مشغول بنانے والے کی رہے گی۔

باقی برصفحہ (۹)

فلسطینی عرب اپنی قومی حکومت چاہتے ہیں

تقسیم ناجائز اور ناقابل عمل ہے

عربوں کو اب تک ساری صورت [illegible] میں کھٹکتا ہے کہ حقیقت یہ ہے وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ یہودی اس وقت فلسطین میں جہاں ان کی ایک کافی تعداد فلسطین ہی میں رہے گی البتہ وہ یہی محسوس کرتے ہیں کہ جب یہودیوں کو یہودیوں کا ملک [illegible] کے حالات درست ہونے کے بعد جہاں سے وہ آئے تھے انہیں بھیج دیں گے ۔ ان عربوں کا بیان ہے کہ متعدد یہودی اور بیرونی اخبارات کی اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودیوں کی ایک کافی تعداد ان ملکوں کو واپس جانا چاہتی ہے جہاں سے وہ آئے تھے ۔ ایسے یہودیوں کی تعداد (۴۰) ہزار سے (۵۰) ہزار تک بتائی جاتی ہے ۔

عربوں کے ایک طبقہ کا بیان ہے کہ فلسطین میں دو قومی وحدتوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ، فلسطین میں جو یہودی آئے ہیں وہ یا تو عرب کی آبادی میں ضم ہو جائیں یا اس کے وطن [illegible] زندگی بسر کرنا نہیں چاہتے ۔ انہیں ان عربوں کا مطالبہ ہے کہ فلسطین کی قومی حکومت فوراً قائم کر دی جائے جس کے قیام میں کافی تاخیر ہو چکی ہے ۔ اور ایسی قومی حکومت جو معاملات کا تصفیہ ملک کے عام مفاد میں کرے گی ۔ یہ عرب اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ وہ یہودیوں کے حقوق کا تحفظ کریں گے جیسا کہ ہر ملک میں اقلیتوں کا تحفظ ہوتا ہے ۔

فلسطین [illegible] کے [illegible] عربوں کے مطالبہ [illegible] بالکل [illegible] ہیں ۔ اگر یہ یہودی اور ایک طاقت برطانیہ بھی عربوں کے باہمی [illegible] کا [illegible] کی کوشش کر رہے ہیں ۔ [illegible]

ضرور ہیں کہ کئی سیاسی مسائل میں [illegible] سے کسی بات پر متفق ہیں کہ فلسطین کو [illegible] عمل دخل دیا جائے ۔ اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ سنہ ۱۹۳۹ء کا [illegible] ابتدائی گفت و شنید کی بنیاد بن سکتا ہے ۔ [illegible] میں برطانیہ [illegible] یہودیوں کی آمد کی تھی وہ ایک طرف تھی [illegible] گفت و شنید کی اس میں گنجائش ہے ۔

[illegible] سے عرب صرف اس حد تک متفق ہیں کہ اس میں یہودیوں کو ایک مستقل اقلیت کی حیثیت دی گئی ہے ۔ جس سے یہودیوں کے تسلط کا اندیشہ باقی نہیں رہتا ۔ یہ دستاویز حکومت برطانیہ کے (۲۲) سالہ تجربہ کے بعد مرتب کی گئی تھی ۔

تقسیم فلسطین کی اسکیم کو ناجائز اور ناقابل عمل قرار دیا گیا ہے ۔ اس کے بعد [illegible] کی [illegible] کے صدر نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ فلسطین کو دو قومی مملکت قرار دے دیا جائے اور عربوں اور یہودیوں کی مساوات کو تسلیم کیا جائے ۔ لیکن اس تجویز کو نہ تو عربوں نے قبول کیا اور نہ یہودیوں نے یہودیوں کی حالیہ سرگرمیوں کو عرب حقارت سے دیکھتے ہیں ۔ یہ بات عرب بھی جانتے ہیں اور برطانیہ بھی کہ تعداد کو [illegible] کی [illegible] کوشش [illegible] یہودی عربوں پر حملہ کریں گے ۔ یہودیوں کی جانب سے قانون کی جو خلاف ورزی ہو رہی ہے اور اس کو دبانے کے لئے برطانیہ جس طرح پیش [illegible] کر رہا ہے

اس سے عرب تو یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ برطانیہ بالواسطہ طور پر یہودیوں کی امداد کر رہا ہے ۔ [illegible] کہ یہودیوں کو صرف [illegible] ہے کہ وہ اپنے قرب کے علاوہ پر [illegible] عربوں کو [illegible] ہیں ۔ [illegible] مقاومت کی [illegible] یہ کہ عربوں میں کوئی دہشت پیدا نہیں ہوئی [illegible] ہے کہ اگر یہودی [illegible] عربوں [illegible] کیا تو وہ [illegible] انہوں نے [illegible] کریں گے ۔

عرب [illegible] کوئی [illegible] کرتے ہیں اور [illegible] کی حیثیت ان کا احترام کرتے ہیں [illegible] نہیں کہ [illegible] اعظم کو عربی مقاصد سے ہمدردی تھی [illegible] کا بیان ہے کہ [illegible] (۱۹۲۱ء) سے [illegible] ان [illegible] بنا کر [illegible] میں انہیں [illegible] نصب [illegible] اور [illegible] کی موجودگی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ۔ [illegible] وجود فلسطین کے عرب [illegible] قرب کے تمام عرب [illegible] ان [illegible] کی زندگی اور موت کا [illegible] ہے ۔ [illegible] کہ برطانیہ [illegible] فلسطین یہودیوں کے مستقبل [illegible] جب [illegible] مستقل رہیں گے ۔

فلسطین میں ایک عرب [illegible] کی [illegible] کے وجود سے [illegible] کوئی [illegible] فلسطین [illegible] اور [illegible] تسلیم [illegible] ہیں ۔ [illegible] کر رہا ہے ۔

[illegible] موجودہ حکومت [illegible] کے [illegible] یہودیوں کے قومی وطن کے قیام کی ایک کوشش ہے [illegible] فلسطین کو ایک آزادی کی ضرورت ہے ۔

روس معاہدات کی خلاف ورزی کر رہا ہے

جریدہ مانچسٹر گارڈین نے ایران کی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر برطانیہ اور امریکہ کے وزرائے خارجہ واشنگٹن میں [illegible] تو وہ بھی اس مباحثہ میں حصہ لینے پر راضی نہ ہوں گے کہ ایران ایک جمہوریت ہے یا نہیں ۔ یا یہ آذر بائیجان میں ان ترکوں اور کردوں نے بغاوت کی ہے جن کے جذبات کو بھڑکایا گیا اور جن کا ساتھ [illegible] کے خلاف جہت پر [illegible] رہے ہیں ۔

حقیقی صورت حال کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ بغاوت بغیر کسی امداد کے اس قدر جلد کبھی نہیں پھیل سکتی تھی اور ایرانی حکومت اس بغاوت کے [illegible] کی کوشش [illegible] جو [illegible] دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ روس کے [illegible] کیا ہے ۔ اگر اس کا تصفیہ مقصود ایران کی موجودہ سرحدوں کو مستحکم کرنا ہے تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ امریکہ برطانیہ اور روس متحد ہو کر ایرانی حکومت پر دباؤ ڈالتے لیکن اگر یہ حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ روس جس طرح سے [illegible] سے پہلے آذر بائیجان کو ایران سے جدا کرنا چاہتا ہے تو [illegible] روس سے یہ سوال کرنے کا پورا حق ہے کہ وہ اپنے معاہدات کی خلاف ورزی کیوں کر رہا ہے ۔ اور یہ کہ ایسی [illegible] سے اس کا مقصد کیا ہے ؟

سیاسی نمک پارے

اخبار

کشاف

بلا تنقید

سوویٹ روس کے دو علماء نے ترکی سے بعض علاقوں کا مطالبہ کیا ہے۔ روسی اخبارات میں اس مطالبہ کی جو تشہیر کی گئی ہے اس کو ماسکو کی تائید حاصل ہے۔ اس مطالبہ کو حق بجانب قرار دینا سوویٹ روس کی موقع پرستی ہے۔ اگر اس مطالبہ کو جائز سمجھا جائے تو خود سوویٹ روس کی سرحدوں کا مسئلہ بھی نسلی اور لسانی اصول پر نظر ثانی کا محتاج ہو جاتا ہے (ایک معاصر)

سرت چندر بوس نے گورنر بنگال سے خواہش کی ہے کہ وہ اضلاع کے عہدہ داروں کے نام احکام جاری کریں کہ انتخابات آزاد ہوں اور کوئی مداخلت نہ ہونے پائے

(ایک خبر)

مگر چند روز قبل بنگال کے بعض ہندو زمینداروں کو سرت بوس نے ایک خط لکھا تھا کہ وہ اپنے مسلم علاقہ کے لیگی امیدوار کے خلاف ووٹ دینے کی ہدایت کریں۔ سرت بوس ایک طرف تو خود رائے دہندوں پر ناجائز دباؤ ڈالتے ہیں اور دوسری طرف آزاد انتخابات کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ع - وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب الٹا

چین اپنے مسائل خود حل کرنا چاہتا ہے

(اخباری سرخی)

اگر چین اپنے مسائل خود حل کرنے لگے تو امریکا بچارے کے لئے کیا کام باقی رہ جاتا ہے

کامریڈ نارائن ریڈی اور ان کی آندھرا کمیونسٹ پارٹی کی جانب سے دو ہفتے قبل اخبارات میں ۱۳ کالم کا ایک طویل قرارداد شائع ہوئی ہے جس میں خانوادہ آصفی، حکومت سرکار عالی، ریذیڈنسی، حکومت ہند، تاج برطانیہ، اور مسلمانوں کے خلاف زہر اگلا گیا ہے (ایک معاصر)

یہ قرارداد صرف مسٹر [illegible] کو نیچا دکھانے کے لئے شائع کی گئی ہے کسی اور کو اس پر توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ کمیونسٹ پارٹی کا کام اب تک صرف عہدہ داروں کو پریشان کرنا تھا اب اس میں تھوڑا سا اضافہ ہو گیا ہے۔ لیڈروں کا تعاقب بھی اب اس کے پروگرام کا اہم جزو بن گیا ہے۔ مگر لطیفہ یہ ہے کہ ریڈی نے ہال میں تقریر کرتے ہوئے گذشتہ سال مسٹر نارائن ریڈی نے مسلمانوں کو باب حکومت میں پچاس فی صد نشستیں دینے کا وعدہ کیا تھا مگر اب ایک سال کے بعد اس پیشکش کو واپس لے لیا۔ پتہ نہیں کیا مجبوری تھی۔

کامریڈ نارائن ریڈی کی خواہش ہے کہ حیدرآباد کا جدید دستور ایک ایسی مجلس مرتب کرے جو (۱۸) سال سے اونچی عمر کے عوام کی منتخب ہو۔ (قرارداد کا ایک اقتباس)

جو پارٹی زیادہ روپیہ صرف کرے گی وہی مجلس دستور ساز میں اکثریت حاصل کرے گی۔ دوسرے الفاظ میں کامریڈ نارائن ریڈی اپنے ہی بنیا راج کے لئے راستہ صاف کر رہے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ قرارداد میں جہاں جاگیرداروں پر دانت پیسے گئے ہیں وہاں سرمایہ داروں، نفع اندوزوں اور وطن داروں کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ یہ ہے کامریڈ نارائن ریڈی کی آندھرا اشتراکیت۔

کامریڈ نارائن ریڈی نے مسٹر رنگا راؤ، مسٹر ویدیہ اور پنڈت راما چاری پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ان اصحاب نے باب حکومت کے دس ارکان میں سے "صرف چھ عوامی ارکین" پر قناعت کر لی۔

ہماری رائے میں اگر بقیہ چار نشستیں نارائن ریڈی کی پارٹی کو دیدی جائیں تو اس قضیہ کا کم از کم عارضی حل نکل آئے گا۔ مولوی ابوالحسن سید علی اس پر راضی ہوں یا نہ ہوں ہم تو راضی ہیں۔

آذربائیجان کے باغیوں کو باغی قرار دینے کے بجائے ہم مخلص وطن پرست سمجھیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ روس کی ہمدردیاں ان باغیوں کے ساتھ ہوں لیکن اگر ایسا ہو بھی تو ان ہمدردیوں کی وجہ سے ہم آذربائیجانیوں کی جدوجہد کو محض بغاوت کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔ (پیام)

تو گویا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آذربائیجان کی بغاوت میں روس کا کوئی ہاتھ نہیں اور روس سے تیل کے حصول کو کوئی تعلق نہیں۔ کل یہ بھی ارشاد ہوگا کہ ترکی سے روس کے مطالبات حق بجانب ہیں اور سارا قصور ترکی کا ہے۔ جی ہاں! ترقی پسندی کا یہی تقاضا ہے۔

---

۵ نومبر کے "دکن کرانیکل" میں اردو اور ملازمتوں میں مسلمانوں کے تناسب کے خلاف چند مراسلے شائع ہوئے ہیں۔

(ایک خبر)

کیا برا کیا ہے کہ حیدرآباد کے ہندو اور مسلم قائدین کی مفاہمت کے بعد بھی یہ اختلافی مسائل باقی ہیں۔ قیادت ہے یا بازیچۂ اطفال؟

قواعد جلسہ ہائے عام میں ترمیم پر تبصرہ کرتے ہوئے مسٹر [illegible] لکھتے ہیں کہ اس جمہوریت کے زمانہ میں اب اس قسم کی پابندیوں کو کوئی ترقی پسند قوم برداشت نہیں کر سکتی۔

چھوت چھات اور ذات پات کی بندشوں اور مندروں میں پست اقوام کے داخلہ کے امتناع کی موجودگی میں جمہوریت اور ترقی پسندی کا نام لینا یا تو خود فریبی ہے یا عوام فریبی۔

بس ورکرس یونین کی صدارت پر انتخاب کے بعد مسٹر ابوالحسن ترمذی نے فرمایا کہ یونین کے حقوق و مطالبات کے لئے وہ حکومت سے سیاسی لڑائی لڑیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ملازمین موٹر کا مسئلہ سیاسی یا مذہبی یا فرقہ وارانہ نہیں ہے۔

یونین کے مسائل سیاسی نہیں ہیں پھر بھی مسٹر ترمذی حکومت سے سیاسی لڑائی لڑیں گے

——— سیاسی جو کہلائے۔

دولت کی منصفانہ تقسیم کا ایک آسان طریقہ

ناداروں کی بھلائی کیلئے تحریک امداد باہمی کی ضرورت

۵ ادر مبر سنہ ۴۵ء کو تحریک امداد باہمی کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے مولوی میر اکبر علی خان صاحب بیرسٹر نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ہم سب کے لئے یہ امر طمانیت کا باعث ہے کہ جنگ کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی اور جو حصہ بندگان عالی کی رہنمائی میں حکومت سرکار عالی اور رعایائے آصفی نے لیا اس کا اعتراف ملک معظم کی حکومت اور ہز اکسلنسی الفریڈ بہادر نے ایک سے زیادہ مرتبہ کیا ہے۔ اہل حیدرآباد بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ عظیم تر حیدرآباد کی تشکیل کے لئے جن سہولتوں کی ضرورت ہے اور جو استحقاقاً بھی حیدرآبادیوں کو حیثیت کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں ان کے فراہم کرنے میں حکومت ہند اور حکومت برطانیہ دریغ نہ کرے گی۔ یہ تمنا ہر حیدرآبادی کی بلا لحاظ مذہب و ملت ہے کہ حیدرآباد کو سیاسی اور اقتصادی حیثیت سے ایسے مرتبہ پر دیکھے جو اس کی ترقی اور خوشحالی کا ضامن ہو۔ ختم جنگ کے کچھ دن قبل ہی سے ہم نے مسائل تنظیم مابعد جنگ پر توجہ شروع کر دی ہے لیکن اب اس کی شدید ضرورت ہے کہ جو منصوبے اور تجاویز اس خصوص میں مرتب ہو چکے ہیں ان کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق زیادہ توجہ کی جائے۔ حالات زمانہ کا یہ تقاضا ہے کہ ہر وہ تدبیر جس سے اہل ملک کی غربت اور جہالت کو دور کیا جا سکتا ہے اس کے اختیار کرنے میں قطعاً تاخیر نہ ہو اور اس مقصد کے پیش نظر حکومت اور پبلک اپنی متحدہ مساعی آغاز کرے۔ اکثر باشندہ حیدرآباد کو کافی مقدار میں صحت بخش غذا، کافی پارچہ پوشاک، با صحت بخش سکونتی مکان میسر ہو اور علم کی روشنی سے وہ فیضیاب ہو یہی مقصد کے حصول کے لئے علاوہ اور تجاویز کے زراعت اور صنعت و حرفت کو بڑے پیمانے پر ترقی دینا ضروری ہے اس زراعتی اور صنعتی پروگرام کے متعدد پہلو ہیں لیکن میں آج کی گفتگو کو صرف تقسیم دولت کے پہلو تک محدود رکھوں گا۔

آپ حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ کسی ملک میں اضافہ دولت سے اس وقت تک کوئی خیر و برکت پیدا نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی تقسیم منصفانہ طور پر نہ کی جائے۔ چنانچہ جو کشمکش سرمایہ دار ممالک میں سرمایہ دار اور مزدور میں آج کل دیکھی جا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی طور پر جو اشتراکی اور سرمایہ داری نظریات کے تحت عالمگیر بے چینی ہے وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ ان حالات میں ہم پر لازم ہے کہ تقسیم دولت کے مسئلہ پر سنجیدگی سے غور کریں اور کوئی ایسا حل دریافت کریں جو اشتراکیت اور سرمایہ داری کے تلخ نتائج سے ہم کو محفوظ رکھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ درمیانی صورت امداد باہمی کے اصول کو قبول کرنے سے بڑی حد تک حاصل ہو سکتی ہے۔ میں اس سے بے خبر نہیں ہوں کہ جب معاشی زندگی کی مختلف صورتوں پر عملی طور پر اس کو منطبق کیا جائے گا تو بہت سی مشکلات کا سامنا ہوگا اور رفتہ رفتہ ان پر قابو پانا ہوگا۔ لیکن کسی اصول کو جو بنیادی حیثیت سے اچھا ہو عملی مشکلات کے خوف سے نظر انداز کرنا نہ صرف صریح غلطی ہوگی بلکہ سخت مضرت رساں بھی۔ امداد باہمی کے عملی مباحث میں گئے بغیر اس امر سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ گزشتہ زمانہ میں مختلف وجوہ سے یہ تحریک اس درجہ اشاعت نہیں پا سکی جس قدر اس تحریک میں مفید ہونے کی صلاحیت تھی۔ میں یہ عرض کروں گا کہ زراعین کی بہتری اور گھریلو صنعتوں کے فروغ دینے میں اس تحریک کو عملی طور پر بڑھانے کی شدید ضرورت ہے۔ چونکہ کاشتکاروں کی مفلوک الحالی اور زیر بار قرضہ ہونا اہم ترین وجہ ہے کہ ان کو اپنی محنت کا معاوضہ جائز بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس خصوص میں وہ تمام تحقیقاتی کمیٹیاں متفق ہیں جو حیدرآباد اور ہندوستان میں اس مسئلہ کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئی تھیں اس لئے اس کی ضرورت ہے کہ کاشتکاروں کو سہولت سے اچھا تخم، کھاد، زرعی آلات وغیرہ مہیا کئے جائیں اور جب ان کی کاشت تیار ہو جائے تو ان کے حاصل کو مناسب وقت پر بہتر قیمت پر فروخت کیا جائے تاکہ ادائی مالگزاری اپنے باقی قرضہ اور دیگر ضروریات زندگی کے لئے کاشتکار فوری طور پر اجناس کم قیمت پر فروخت کر دینے کے لئے مجبور ہوتے ہیں اس سے ان کو نجات دلائی جائے۔ دوسرے الفاظ میں پیدا کنندہ دولت اور صارفین کے درمیان جو ایجنسی ہے اس کو اس طرح محدود کیا جائے کہ زیادہ سے زیادہ فائدہ پیدا کنندہ دولت کو حاصل ہو اور زراعت پیشہ کی حالت جو نہایت خستہ ہے اس کی اصلاح ہو۔

میں اس توجہ پر بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ تحریک امداد باہمی کو وسعت دینے کا منشا قطعاً تاجر یا ساہوکار کو نقصان پہنچانا نہیں ہے بلکہ اس کا مدعا منافع کو محدود کرنا ہے جو آج کل درمیانی اشخاص زراعت پیشہ کی کمزوریوں اور مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھا کر حاصل کر رہے ہیں۔ کارکنان امداد باہمی کے لئے یہ امر باعث مسرت ہوگا کہ اس طرح ملک کی خدمت گزاری میں تاجر و ساہوکار شریک ہوں اور زیادہ سے زیادہ منافع کے حاصل کرنے کی خواہش کی بجائے غریب کاشتکاروں کی حفاظت ان کو اپنا نصب العین بنائیں اور وہ بھی طور پر خود بھی مستفید ہوں۔

اسی طرح ہمارے ملک کے صناع اور کاریگر کی امداد بھی امداد باہمی کی تحریک کو ان میں رائج کر کے کی جا سکتی ہے۔ اس وقت ہمارے کاریگر کو علاوہ اس کم سرمایہ ہونے کے کارخانوں کے قیام کی وجہ سے کئی ایک ... خام کی فراہمی اور تیار شدہ مال کی نکاسی میں بے حد دشواریاں لاحق ہوتی ہیں۔ اس طرح خریداروں کو بھی اپنی محنت کا معاوضہ بہت کم دستیاب ہوتا ہے۔ اگر انجمن امداد باہمی کے ذریعہ ان مشکلات کو دور کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں تو ہماری صناعت کی حالت بہت بہتر ہو سکتی ہے۔

(ا پی جنورہ)

امداد باہمی کے ذریعہ عظیم تر حیدرآباد کی تعمیر

از
جناب سید اصغر حسین صاحب بی۔ اے (عثمانیہ) ایچ۔ سی۔ ایس

(۲)

جہاں تک کہ نوشت حضرات کا تعلق ہے وہ اس نظام پر سب سے بڑا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ اس میں فطرت انسانی کے اچھے پہلوؤں پر بہت زیادہ بھروسہ کیا جاتا ہے اور اس کے برے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ محض تعلیم و تربیت کے ذریعہ انسانوں کو اتنا نیک نہیں بنایا جاسکتا کہ وہ دوسرے انسانوں کے مقابلہ میں اپنے فرائض کو پوری طرح محسوس کریں اور ان کے حقوق پر دست اندازی کرنے سے باز رہیں۔ ان کے نزدیک انسانوں کی اصلاح کے لئے تعلیم و تربیت سے زیادہ قانون کے پنجہ آہنی کی ضرورت ہوتی ہے اور صرف اسی کے ذریعہ ایک انسان دوسرے انسان کو جبر و استبداد سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نظام امداد باہمی کے عوام کے مسائل کا کوئی زود اثر حل نہیں ہے اور اس کے توسط سے عوام کی حالت درست کرنے میں ایک کافی عرصہ درکار ہوتا ہے بعض انتہا پسند اشتراکی اس پر بھی یہ الزام لگاتے ہیں کہ یہ نظام سرمایہ داری کی اصلاح اور متبدل شکل ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ عوام کو اشتراکیت سے روک کر ان کی نظروں سے اشتراکیت کی منزل کو اوجھل کر دیا جائے۔ الغرض یہ اور اس قسم کے دوسرے اعتراضات کے ذریعہ اشتراکی حضرات اس تحریک کی افادیت کو گھٹا کر دکھانے کی کوشش کرتے ہیں مگر درحقیقت ان میں سے ایک اعتراض بھی ایسا نہیں ہے جس پر سنجیدگی اور متانت سے غور کیا جائے کیونکہ وہ بے اصل اور بے حقیقت ثابت ہے۔

ہندوستان کی بدقسمتی سے ہمارے اشتراکی نوجوانوں کی ایک بہت بڑی تعداد واقعات کا سامنا اور مقابلہ کرنے کے بجائے جذبات کی رو میں بہنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور وہ ایک واقعاتی دنیا کی بجائے خواب و خیال کی دنیا میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے وہ عوام کے مسائل کو سلجھانے کے بجائے اکثر اوقات ان کو اور زیادہ الجھا دیتے ہیں۔ ایک عملی انسان کی حیثیت سے ہمارا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ ہم حالات کو بالکل اسی طرح دیکھیں جیسے کہ وہ ہیں نہ کہ جیسا ہم انہیں چاہتے ہیں۔ اگر عوام کی فلاح و بہبود ہمارا مطمح نظر ہے اور [illegible] ہونے انسانوں کی ہم کوئی مدد کرنا چاہتے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ ہم ایک خیالی دنیا کے انتظار میں کاہل [illegible] کی طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں بلکہ ہم کو چاہئے کہ ہم اپنے موجودہ ماحول ہی میں حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں اور عوام کی مصیبت گزاری کا جو موقع بھی ہمیں حاصل ہو اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں تاکہ ان کے مصائب و آلام میں کچھ تھوڑی سی کمی ہو جائے۔

نظام امداد باہمی کے ذریعہ نہ صرف ہم اپنے عوام کی ذہنیت اور نفسیات کو بدل سکتے ہیں بلکہ ان کی تنظیم و تربیت کا بھی کام کیا جاسکتا ہے اور ان میں مل جل کر کام کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاسکتی ہے جس کی اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے دلوں میں ایک بہتر زندگی کی خواہش بھی پیدا کی جاسکتی ہے اور بغیر کسی خونی انقلاب اور مصیبت [illegible] کے ان کے لئے ایک ایسا ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے جس میں وہ پورا ساتھ اپنے مادی اور اخلاقی زندگی کو زیادہ بہتر اور خوشگوار بنا سکیں۔ خوش قسمت حضرات یہ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہندوستان میں غربت و افلاس کا مسئلہ اصل کسانوں اور کاشتکاروں کا مسئلہ ہے اور اس طبقہ کی خوشحالی صرف اسی طرح کی جاسکتی ہے کہ زراعت ایک منفعت بخش حرفت بنایا جائے اگر وہ کسانوں اور کاشتکاروں کو علیحدہ علیحدہ کاشت کرنے کے بجائے امداد باہمی کے اصولوں پر اپنے تمام وسائل کو یکجا کر کے مل جل کر کاشت کرنے کی ترغیب دیں اور اس میں وہ کامیاب ہو جائیں تو وہ بلاشبہ دیہی آبادی کے پیچیدہ مسائل کو حل کریں گے اور یہ ان کا ایک شاندار کارنامہ ہوگا کہ جس پر وہ بجا طور پر فخر کر سکیں گے۔ اسی طرح صنعت کی انجمنوں کے ذریعہ نہ صرف دیہاتی صناعوں کا مسئلہ حل کیا جاسکتا ہے بلکہ دیہی آبادی کو اس کے موجودہ فرصت کے اوقات مفید بنا کر بیکاری کے لئے [illegible] اور دیہاتی [illegible] کے بحران سے چھٹکارا دلوایا جاسکتا ہے۔ اور پیداوار کی فروخت کی انجمنوں کے ذریعہ کاشتکاروں کو اس کی پیداوار کی پوری قیمت دلا کر اس کو کثیر نقصان سے بچایا جاسکتا ہے جو اس وقت دلالوں کی وجہ سے اس کو پہونچ رہا ہے۔ ہندوستانی کاشتکار کم و بیش ہر سال ساٹھ ارب روپیہ کی مالیت کی زرعی پیداوار زمین سے حاصل کرتے ہیں اور ایک عام اندازہ یہ ہے کہ اس میں سے ایک ارب پچاس کروڑ سے زیادہ رقم درمیانی آدمی یا دلال [illegible] لیا کرتا ہے اور یہ صورت حال حیدرآباد میں بھی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ رقم کاشتکاروں کو مل سکے تو ظاہر ہے کہ اس کی ان کی حالت میں کتنا فرق پیدا ہو جائے گا۔ امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعہ نہ صرف زرعی پیداوار کی اعلیٰ نسل کے بیج، اچھی قسم کا کھاد اور زرعی آلات کاشتکاروں کو فراہم کر کے کاشتکار کو غیر معمولی مدد دی جا سکتی ہے بلکہ روزمرہ زندگی کی اشیاء بھی بغیر کسی نفع کے انجمنوں کے ذریعہ سے فراہم کر دی جائیں تو ان کی آمدنی کا ایک معقول حصہ دیہاتی آدمی کی جیب میں جانے سے بچ سکتا ہے۔ اسی طرح صنعتی انجمنوں کے ذریعہ دیہی صناعوں کو خام مال فراہم کر کے اور ان کی پیداوار کی نکاسی کا انتظام کر کے نہ صرف دیہی صنعتوں کو تباہی سے بچایا جاسکتا ہے بلکہ صناعوں اور کاریگروں کو ان کے موجودہ افلاس سے بھی چھٹکارا دلایا جاسکتا ہے۔ مختصر یہ کہ نظام امداد باہمی کے ذریعہ دیہی اور شہری آبادی کی ترقی اور خوشحالی میں حیرت انگیز طریقوں سے اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اور یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ ان کے معیار زندگی کو اتنی حد تک بلند کیا جاسکتا ہے کہ ان کو وہ تمام ضروری آسائش فراہم ہو سکیں جن سے کہ وہ اس وقت محروم ہیں جو نسبتاً ان کے سماجی مسائل بھی اسی نظام کے ذریعہ حل کئے جاسکتے ہیں۔

(باقی دارد)

بقیہ صفحہ (۴)

معلوم ہوا ہے کہ حکومت نے مستوری تجارت، صنعت و حرفت کے تحت محکمہ اوزان و پیمانہ جات قائم کرنے کے لئے ایک اسکیم منظور کی ہے۔ موجودہ قانون اوزان و پیمانہ جات کی نگرانی صحیح اور اس پر عمل درآمد سے محکمہ کسٹمز کے کام میں بڑی حد تک سہولت پیدا ہو جائے گی کیونکہ اوزان اور پیمانہ جات سے متعلق قانون کے نافذ ہونے سے بڑی دشواریاں پیش آتی تھیں۔ اس دشواری کے باوجود محکمہ مارکٹنگ ان تمام منظم بازاروں میں ناپنے کے طریقہ کو مسدود کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جن پر اسے اقتدار حاصل ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کمتر قانون اور ملک کے بے شمار مختلف پیمانوں کو ختم کر کے ان کی بجائے وزن کی اکائی کے طور پر ۱۲۰ ۔ ۲۰ سیر کے پیمانہ کو ترویج دی ہے۔

جرمنی میں نازیوں کی تازہ سرگرمیاں
یقین ہے کہ ہٹلر پھر سے نمودار ہوگا

لندن ۳۰ مئی۔ لندن کے بعض سرکاری اخبارات نے برلن سے جو اطلاعات موصول ہوئی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنی کے چیدہ چیدہ شہروں میں نازیوں کی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئی ہیں۔ اس یقین کا بھی اظہار کیا جاتا ہے کہ ہٹلر ابھی تک زندہ ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک جرمنوں کی اکثریت اس کا مذاق اڑایا کرتی تھی لیکن اب یہ خیال روز بروز تقویت پکڑتا جا رہا ہے کہ ہٹلر ابھی زندہ ہے اور کسی نازک موقعہ پر ضرور ظاہر ہوگا۔ آبزرور کا نامہ نگار برلن لکھتا ہے کہ جرمنی میں دو ماہ تک دورہ کرنے کے بعد جب وہ برلن پہنچا تو اس نے ایک اتحادی اجازت یافتہ جرمنی اخبار کے ایڈیٹر سے دریافت کیا کہ اس وقت جرمنی میں کس سیاسی پارٹی کو عوام کا زیادہ اقتدار حاصل ہے؟ تو اس ایڈیٹر نے جو اتحادیوں کی نظروں میں سب سے زیادہ قابل بھروسہ ہے جواب دیا کہ

"میں ایک لمحہ کے لئے بھی شبہ کے بغیر کہہ سکتا ہوں کہ نازی پارٹی کو عوام کا سب سے زیادہ اقتدار حاصل ہے۔"

آبزرور کے نامہ نگار نے اپنے تجزیہ میں آگے چل کر لکھا ہے کہ نورمبرگ میں اتحادیوں کی حفاظتی تدابیر اور سخت چوکی پہرے کے باوجود روزانہ بلا ناغہ عدالت کے ایوان کے سامنے سیڑھیوں پر "سواستیکا" کا نشان چاک سے بنایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جرمن ججوں کے جلسوں کے بڑے دروازہ پر بھی "سواستیکا" کا نشان بنایا گیا۔ امریکہ زیر قبضہ فرانکفرٹ میں ان نشانات کے ساتھ یہودیوں کی مخالفت میں بھی ایک آدھ جملہ تحریر کر دیا جاتا ہے۔ نامہ نگار یہ کہتا ہے کہ اس نے خود اپنی آنکھوں سے برلن کے راستوں اور بمباری زدہ عمارتوں کے کھنڈرات پر یہ نشان دیکھے ہیں۔

اشتہار

حاضری مدعی علیہ بر تنقیح عدالت دیوانی صوبہ داری ضلع تعلقہ [illegible]

واقع اورنگ آباد ۵ اسفندار [illegible] ۔ نمبر مقدمہ [illegible] رجسٹر نمبر [illegible] بابتہ [illegible] عبدالرحیم [illegible] فضل الرحیم [illegible] مدعیہ بنام محمد زین العابدین [illegible] مدعی علیہ [illegible]

بنام محمد زین العابدین ولد [illegible] مسلمان عمرہ [illegible] تجارت ساکن [illegible] جاگیر تعلقہ [illegible] اورنگ آباد [illegible] ۱۳۲۹ [illegible]

[illegible]

بقیہ صفحہ (۷)

میں اس امر سے ناواقف نہیں ہوں کہ عام طور پر انجمنوں کے ذریعہ رقم قرضہ یا دیگر امداد کا اشیاء حاصل کرنے میں تاخیر ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے دستکار یا صناع انجمن کی مدد حاصل کرنے کے بجائے کسی ساہوکار کے پاس رجوع ہونا زیادہ سہولت بخش تصور کرتے ہیں۔ لیکن مجھے توقع ہے کہ عہدہ داران متعلقہ اور پبلک کی باہمی کوشش سے اس قسم کی مشکلات بہت جلد دور ہو سکیں گی۔

محکمہ رسد نے امداد باہمی کے کاروبار میں امداد دینے کے لئے جو تدابیر اختیار کی ہیں اور جن کے ذریعہ غلہ کی فراہمی کے کام میں زیادہ سے زیادہ انجمنوں کو موقعہ دیا جا رہا ہے وہ ہر طرح مستحسن ہے۔ بلکہ ہند غذائی کونسل دہلی میں بھی یہ تحریک منظور ہو چکی ہے کہ محکمہ رسد کے قوانین اور قواعد سے فائدہ اٹھا کر تحریک امداد باہمی کو تقویت پہنچائی جائے۔ چنانچہ اس خصوص میں جو پالیسی حکومت حیدرآباد نے اختیار کی ہے اس سے مزارعین کی امداد موثر طریقہ پر کی جا سکتی ہے۔

یہ امر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ سائمن لیس کی دکنگ کمیٹی نے جو تفصیلی بیان جاری کیا ہے اس میں امداد باہمی کی اہمیت اور اس کو وسعت دینے کے متعلق کافی زور دیا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوگا کہ سرکاری اور غیر سرکاری طور پر امداد باہمی کی ترویج کی جو سعی حیدرآباد میں عمل میں لائی جا رہی ہے وہ تقاضائے وقت ہے۔ اگر اس سعی سے بے اعتنائی برتی گئی تو ہم کو ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا جو ہمارے ملک کے بہترین مفاد کے منافی ہے۔

آخر میں اس قدر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ خواہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں اور آپ کے سیاسی خیالات کچھ بھی ہوں لیکن امداد باہمی کی تحریک جو غرباء کے فائدہ کے لئے بڑھائی جا رہی ہے اس سے اشتراک عمل کرنا از بس ضروری ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ مجلس اتحاد المسلمین، مرہٹواڑہ کانفرنس، اسٹیٹ کانگریس کی جماعت اور دیگر جماعتوں سے بڑی استدعا ہے کہ آپ بیشک پلیٹ فارم پر مباحث کرتے رہیے لیکن اس تحریک میں شریک ہو کر عملی طور پر ٹھوس کام کیجئے تاکہ ہم ان روایات کو جو حضرت آصفجاہ اول نے اتحاد و اتفاق کے قائم رکھے ہیں اور جن کی پرورش سلاطین آصفیہ نے فرمائی ہے اس تحریک کے ذریعہ بہتر استوار اور مستحکم کریں اور اپنے مالک اور ملک کی صحیح طور پر خدمت گزاری ہو سکے۔ ضلع اورنگ آباد خجستہ بنیاد کو جس طرح متعدد وجوہ سے امتیاز حاصل ہے مجھ کو توقع ہے کہ عہدہ داروں اور پبلک کے تعاون سے امداد باہمی کی تحریک کی تبلیغ اور ترویج میں بھی امتیاز حاصل رہیگا۔

اعلان

دفتر مددگار ناظم امور مذہبی سرکار عالی شاخ بلدہ واقع ۱۱ آذر ۱۳۵۵ف

نمبر ۹۸۲ — نقل نامہ مثل ½ صفحہ باکی [illegible] ۱۳۵

منجانب مصلیان مسجد و اہلیان محلہ سنگم پورہ (ناپلی) درخواست اجازت تعمیر و ترمیم دو قوسی مسجد الرحیم واقع سرہ گھاٹ پیش ہوئی ہے۔ منظوری درخواست مذکور کے نسبت اگر کسی کو عذر ہو تو بمدت (۱۰) یوم حکم ہذا میں باضابطہ عذر داری پیش کی جائے ورنہ بعد مرور مدت مذکور اجازت تعمیر دیجائے گی پھر کسی کا عذر مسموع نہ ہوگا فقط

حدود اربعہ مقام تعمیر

شرقاً	غرباً	جنوباً	شمالاً
سڑک	سڑک	سڑک	سڑک

مہر دستخط مددگار ناظم امور مذہبی سرکار عالی شاخ بلدہ

اعلان

دراسعد از ۱۳۵۵ف لغایت ۱۵ اردیبہشت ۱۳۵۵ف جماعت تعلیمی شش ماہہ داران سررشتہ امداد باہمی دفتر صدر جمعیت واقع ساتھ توپ میں منعقد ہوگی۔ جیسا ئین شریک جماعت ہو سکتے ہیں لیکن (۳۰) سے کم تعلیم یافتہ اشخاص کو بھی محدود تعداد میں شرکت کا موقع دیا جائے گا۔ اس جماعت کے کامیاب طلبہ خالیہ جائدادہائے انسپکٹری ماہوار (۱۵۰ تا ۲۵۰) و (۱۰۰ تا ۱۵۰) اور اڈیٹر ماہواری (۱۲۵ تا ۲۵۰) و (۸۰ تا ۱۲۵) و (۵۰ تا ۷۰) پر ماموری کی نسبت حسب لیاقت ترجیحی سلوک کی توقع کر سکتے ہیں۔ جو امیدوار درخواست شرکت و اسناد بتاریخ ۱۰ اسفندار ۱۳۵۵ف دفتر صدر جمعیت پر ۱۱ بجے حاضر رہیں۔ مبلغ (۱۰) روپیہ بابت فیس ادا کرنا ہوگی تقریباً (۲۰) روپیہ کے کتب خریدنا ہوں گی چونکہ سررشتہ میں عنقریب لیڈی آرگنائزرس کے تقرر کی بھی توقع ہے اس لئے خواتین بھی جماعت میں شرکت کی درخواست دے سکتی ہیں جن کے وصول ہونے پر ان کی تعلیم کا بھی بطور خاص انتظام کیا جائے گا فقط

آجتک آپنے یہ دیکھا اور سنا ہے کہ فضلی برادرس کی پیش کش کتنی اصلاحی اور معاشرتی تصویر تصور کی گئی ہے۔ مگر یہ ان سب سے کہیں زیادہ حسین ہے جو "دل" کے نام سے پیش کیجا رہی ہے اور عوام کے دلوں کو مسخر کرے گی یہ ایک یقینی امر ہے



اس شاہکار میں محبت اور نفرت، ایثار اور قربانی کو کس طرح پیش کیا گیا ہے جس کی نظیر آجتک کی فلموں میں نہیں مل سکتی۔ یہ دو دلوں کی ایک ہوشربا تصویر ہے جو فلم بین طبقہ کے ہر دل میں امتیازی جگہ حاصل کرے گی۔

اسکے مسحور کن گانے ۔ اسکے چبھتے ہوئے مکالمے ۔ اسکے خوبصورت مناظر ۔ اس کی اصلاحی کہانی ۔ اس کی عدیم المثال اداکاری ۔

یہ زمانہ کیلئے ایک زندہ مثال ہے جو تا ابد مدت قائم رہے گی ۔
بہت جلد یہ دل آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر خراج تحسین حاصل کرے گا ۔

خط و کتابت کیلئے **جوبلی سرکٹ ۔ سلطان بازار حیدرآباد دکن ۔**

جاری کردہ فضلی برادرس پبلسٹی حیدرآباد ۔ یونیورسل کرشیل مدراس